اداریہ

روم میں ایک بین الاقوامی سیمینار

گزشتہ جولائی ۱۹۹۹ء میں روم میں عربی اور اسلامی مطالعات نامی ادارہ Papal Institute of Islamic and Arabic Studies نے ایک بین الاقوامی سیمینار کا اہتمام کیا جو ۱۴؍ جولائی سے ۲۰؍ جولائی تک جاری رہا۔ اس سیمینار میں خاکسار نے بھی ''زہد اور اجتماعی انصاف سے مضبوط پیمان وفا'' (Detachment from the world and Commitment to Social Justice) کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا جو معارف کے حالیہ شمارے میں شامل ہے۔

یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ سیمینار میں افہام و تفہیم اور باہمی تعاون کی روح چھائی رہی اور کانفرنس میں حصہ لینے والے مندوبین نے اپنے اپنے ملکوں میں مسیحی برادری کو درپیش اجتماعی اور مذہبی مسائل کا ذکر کیا۔ یہ سن کر قدرے تعجب ہوا کہ مصری وفد مصر میں اپنے مسلم بھائیوں کے رویہ سے قدرے کبیدہ خاطر تھا۔ قاہرہ میں قیام اور اہل مصر سے مسلسل تعلق کے بعد میرا ذاتی مشاہدہ یہ ہے کہ اہل مصر مذہب کے بارے میں انتہائی روادار اور وسیع نظر واقع ہوئے ہیں۔ قاہرہ میں عمومی طور پر مسجد اور کلیسا صدیوں سے صلح و آشتی کی فضا میں اپنا پیغام سناتے رہے ہیں۔ سیاست میں سعد زغلول کا معروف نعرہ ''الدین للہ والوطن للجمیع'' آج تک برابر گونج رہا ہے۔ خاکسار نے وفد کے صدر ڈاکٹر امین فہیم سے تفصیل سے بات کی' تو انہوں نے کہا کہ جب سے بعض ''انتہا پسند اسلامی جماعتیں'' وجود میں آئی ہیں مسلم عیسائی تعلقات میں قدرے کبیدگی یا کشیدگی پائی جاتی ہے جس پر باہمی مذاکرات اور صبر و تحمل سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ البتہ جنوبی سوڈان کے مندوب مسٹر میڈٹ (Madut) نے جو خرطوم میں وکیل ہیں' جنوبی سوڈان میں خرطوم حکومت کی زیادتیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ خرطوم حکومت ہم نصاری پر شریعت کے نام سے جزیہ لگانا چاہتی ہے اور بعض مسلم مبلغ بھی اس بات کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ

سے جنوب اور خرطوم حکومت کے درمیان ایک مدت سے مسلح تصادم جاری ہے۔ اس نے یہ سوال ۱۷ر جولائی کی میٹنگ میں اٹھایا جس میں خاکسار نے مسلم دنیا کے بارے میں اٹھائے گئے متعدد سوالات کا جواب دیا تھا۔ ان میں جزیہ اور غیر مسلموں پر شریعت کے نفاذ کا مسئلہ بھی تھا۔ سوڈان میں نمیری اور اس کے جاں نشینوں نے جس انداز سے شرعی احکام کے نفاذ کا بیڑا اٹھایا تھا' اس سے پتہ چلتا ہے کہ فوجی حکام اور ان کے ساتھی فلسفہ شریعت سے آگاہ نہیں ہیں۔ ہمارے کلاسیکل فقہا کرام جن میں امام ابو حنیفہ بھی شامل ہیں' کا کہنا ہے کہ شریعت صرف ان لوگوں پر لاگو ہوتی ہے جنھوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نمیری نے ۱۹۸۴ء میں سوڈان کے ایک ۷۰ سالہ مذہبی اور سیاسی رہنما شیخ محمود طہ کو اس لیے پھانسی دی تھی کہ وہ نمیری کی "مذہبی سیاست" کے خلاف تھے۔ بعد میں نمیری کو بھی سوڈان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

۱۵ ر جولائی کو پیرس یونیورسٹی میں اسلامیات کی پروفیسر خاتون (B.du Chaffaut) نے فرانس میں "جوان مسلمان اور سوشل جسٹس" کے نام سے مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے فرانس میں مسلم انجمنوں کی سرگرمیوں پر تفصیل سے بتایا کہ فرانس میں بعض مسلم نوجوان سیدھی راہ سے بھٹک گئے تھے' لیکن ایک مدت کے بعد انہی جوانوں میں اپنی گم شدہ میراث کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا' تو ان کی روحانی زندگی میں ایک نئی صبح طلوع ہوئی۔ اس تبدیلی کے بعد ان لوگوں نے سوشل ورک شروع کیا۔ لیکن سوسائٹی میں سماجی خدمت کا یہ جذبہ اپنی "دریافت" یا "تلاش" (دینی تشخص) کا نتیجہ ہے۔ جب کہ دوسری (غیر مسلم) انجمنیں سیکولر سوسائٹی میں یہی کام کر رہی ہیں۔

پروفیسر موصوف نے اپنے مقالہ میں "اسلام' جوان لوگ اور غریب علاقے" کے نام سے ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۶ء میں دو لکھی جانے والی رپورٹوں کا تفصیل سے ذکر کیا جن میں بتایا گیا ہے کہ جب بعض نکمّے اور تشدد پسند مسلم نوجوانوں میں اپنی "تلاش" کا جذبہ بیدار ہوا تو ان کے دل ایمان کی روشنی سے جگمگا اٹھے اور انہوں نے سماجی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ (یہ خاندانی مسلمان جنہیں تاریکیوں میں بھٹکنے کے بعد روشنی ملی' ان سیاہ فام نوجوانوں کی طرح ہیں'

جنہوں نے امریکہ کی جیلوں میں ایک "نئی حقیقت" کا سراغ پا کر اپنی زندگیوں کو بدلا تھا۔) پروفیسر موصوف نے جنیوا میں مصر کے معروف اخلاقی رہنما مرحوم حسن البناء کے نواسے طارق رمضان کا بھی ذکر کیا' جو اکثر فرانس میں مسلم انجمنوں کو خطاب کرنے فرانس آتے رہتے ہیں۔ پروفیسر کا کہنا ہے کہ سیکولر فرانسیسی سوسائٹی میں سماجی کام کا ایک نیا تجربہ ہو رہا ہے۔ ایک طرف سیکولر جماعتیں سماجی خدمت کر رہی ہیں۔ دوسری طرف وہی کام دینی جذبہ سے سرشار مسلم انجمنیں سرانجام دے رہی ہیں۔ دونوں کی اپنی اپنی قدریں ہیں' لیکن سوال یہ ہے کہ آج مسلم انجمنیں پرامن بقائے باہمی کا مظاہرہ کرتی ہوئیں سماجی خدمت اور سوشل جسٹس کا کام کر رہی ہیں' لیکن اگر کل کو وقت نے یہ بتا دیا کہ مسلمہ طرز عمل میں اسلامی فکر جدیدیت (Modernity) سے پیچھے ہے' پھر کیا ہو گا؟ اس مقالے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پیرس یونیورسٹی میں اسلامیات کی پروفیسر اپنے موضوع اور اپنے گردوپیش کی زندگی پر کس قدر گہری نظر رکھتی ہیں۔

اس سیمینار میں ادارے کے ڈائریکٹر Prof. E.Renaud جو عربی میں بے تکلف بات چیت کرتے ہیں' ان کے الجزائری ساتھی' اور ڈاکٹر ٹرول (Dr. C.A. Troll) نے موثر کردار ادا کیا۔ پروفیسر Renaud علم حدیث پڑھاتے ہیں اور تصوف کا ذوق رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ٹرول پاکستان اور بھارت میں رہ چکے ہیں' سرسید احمد پر ان کا مقالہ انگریزی اور اردو میں شائع ہو چکا ہے۔ بھارت کے قیام میں انہوں نے "اسلام اور عصر جدید" نامی معروف رسالہ میں سنجیدہ مقالے لکھے ہیں' جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ برصغیر میں مسلم اہل علم کی مذہبی اور روحانی خدمات سے آگاہ ہیں۔ ڈاکٹر ٹرول نے بھارت کی ایک دوسری معتدل علمی شخصیت وحید الدین خان کو مغرب میں روشناس کرانے کے لیے بھی مقالات لکھے ہیں۔ اس سے پہلے وہ برطانوی سکالر کی معروف کتاب: "ابوالکلام کے فکری سوانح" (Intellectual Biography of Maulana Azad) کو مرتب کر کے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے شائع کر چکے ہیں۔ آج کل برلن میں قیام ہے۔ ڈاکٹر ٹرول کے علاوہ ایک دوسرے پرانے دوست ڈاکٹر جان سلومپ (Dr. J. Slomp) سے بھی ملنا ہوا۔ ڈاکٹر موصوف کا تعلق ہالینڈ سے ہے۔ ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں

نے یوروپ میں بسنے والے مسلمانوں اور مقامی مسیحی آبادیوں کے درمیان افہام و تفہیم کے لیے بڑا کام کیا ہے اور اس سلسلے میں ویٹیکان نے ۱۹۹۴ء میں جو کتاب "(ہم) روحانی رشتوں کو جو ہمیں اکٹھا کرتی ہیں تسلیم کرتے ہیں"۔

Recognize
The Spiritual Bonds
Which Unite Us.

اس خوب صورت کتاب کی تالیف میں ڈاکٹر جان سلومپ نے بھی حصہ لیا ہے۔ اس کتاب میں دستاویز کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ مسلم اور مسیحی اہل علم صدیوں سے علم و فلسفہ کے میدان میں باہمی تعاون سے کام کرتے رہے ہیں۔ ایسے ہی زمانۂ حال میں موجودہ پاپائے اعظم اور ان کے پیشرو مرحوم پوپ بھی مسلم جماعت کو موحد مانتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ حضرت مسیحؑ کو پیغمبر مانتی ہے اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کا انتہائی احترام و ادب کرتی ہے۔ غرضیکہ اس کتاب میں ان دونوں آسمانی مذاہب کے درمیان پائی جانے والی روحانی اور اخلاقی وحدت کو اجاگر کیا گیا ہے تاکہ دونوں مذہب اور اس کے پیرو ماضی کو بھلا کر امن و آشتی کی فضا میں انسان کی بھلائی کے لیے کام کریں۔

۲۰/ جولائی کو کانفرنس ختم ہوگئی تو پروفیسر Renaud (ڈائریکٹر) نے مجھ سے کہا کہ تم چار پانچ روز مزید قیام کرو اور ہمارے ادارے اور اس کی لائبریری کو دیکھو۔ چنانچہ خاکسار نے مزید پانچ دن ادارے ہی میں قیام کیا۔ جہاں ادارے کے دوسرے اساتذہ کرام بھی تھے۔ ادارے میں اسلامی فکر اور عربی لٹریچر پر تین سال کا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ ہر طالب علم کو ایک سال کے لیے قاہرہ بھی جانا پڑتا ہے۔ اس کورس میں عرب دنیا میں تفسیر، حدیث، سیرت اور شعر و ادب میں جو نئے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ان پر عرب پروفیسروں سے لیکچر دلوائے جاتے ہیں اور انہیں عربی اور فرانسیسی یا انگریزی میں شائع کیا جاتا ہے۔ تونس کی ایک خاتون ڈاکٹر حمیدہ نے قرآن مجید کی تفسیر میں جدید تفاسیر پر عربی میں لیکچر دیئے جنہیں "التفاسیر القرآنیہ المعاصرہ" کے نام سے ادارے ہی نے عربی اور فرنچ زبان میں شائع کیا ہے۔

ایسے ہی ادارے نے ایک دوسری کتاب: مقدمہ علم کلام انگریزی زبان میں شائع کی ہے' جس میں رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام اور کلاسیکی عہد پر لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ۲۷۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ جب کہ پہلی کتاب ۱۰۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

ادارے کی لائبریری دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے' عربی کی جدید کتابوں کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی کتابیں بھی موجود ہیں۔ مرحوم سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن کے انگریزی ترجمہ کی چند جلدیں دیکھنے میں آئیں' اور ایسے ہی قاہرہ سے چھپنے والی کتابوں میں جدید تفسیروں کے ذیل میں ابولکلام کی ترجمان القرآن کے حوالے بھی ملے اور ''اقبال اور ابولکلام پر تقابلی مطالعہ'' نامی مقالہ بھی دیکھنے میں آیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ عہد حاضر کے عرب اور مسلم دانشمندوں پر برابر لکھا جا رہا ہے۔ اسی طرح اسلامیات اور عربی ادب پر شائع ہونے والے معروف رسائل بھی یہاں آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یوروپ میں فلسفہ مذہب پر نکلنے والے رسائل بھی موجود تھے۔

ادارے کا نظم و نسق' اس کی خاموش اور پرسکون فضا' رہائش اور کھانے پینے کا عمدہ انتظام' غرضیکہ ہر چیز میں قرینہ سلیقہ نظر آیا۔ ادارے کے ڈائریکٹر اور اساتذہ کرام کو خوش اخلاق' مہذب اور سنجیدہ پایا' جو اپنے اپنے مضمون پر اچھی نظر رکھتے ہیں۔ واپسی پر جب لاہور کے ایک دینی ادارے جامعہ اشرفیہ کے ناظم مولانا عبیداللہ ملاقات کے لیے تشریف لائے تو خاکسار نے ان سے اپنی یاترا کا تذکرہ کیا۔ خدا نے مولانا کو ذوق سلیم اور سوز دروں سے نوازا ہے' اس لیے ان سے کہا کہ وہ اپنے ہاں بھی جدید طرز پر درس و تدریس کے حلقے قائم کریں' تاکہ ہمارے طالب علم فلسفہ اسلام اور فلسفہ جدید پر عبور حاصل کر کے اسلامی دعوت کے لیے کام کریں اور فقیروں کا بھیس بدل کر تماشائے اہل کرم دیکھیں۔

ہر چند مغربی ملکوں کو کئی بار دیکھ چکا تھا' لیکن روم جانے کا پہلی بار اتفاق ہوا۔ خوش قسمتی سے فادر ہرمن (Hermon) مل گئے جو لاہور میں لیولا ہال کے نگران ہیں' انہوں نے مجھے قدیم روم اور اس کی تاریخی عمارتوں کی سیر کرائی۔ دنیا میں آج تک رومن امپائر کی دھوم ہے۔ واقعہ

یہ ہے کہ مغربی سیاست اپنے طرز فکر اور طرز عمل میں رومن امپائر ہی کی جانشین ہے۔ آج ویٹیکان نے دنیا میں اپنے مذہبی اور روحانی پیغام کے لیے جس نظم و نسق ضبط و تحمل اور سعی و عمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی مذہبی جماعتیں بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جب مصطفیٰ کمال نے ترکی میں خلافت کی قبا کو چاک کیا' تو امیر شکیب ارسلان نے لکھا تھا: "(یورپ میں) دین اور سیاست کی علیحدگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یورپ کے ترقی یافتہ ممالک نے دین کو ترک کر دیا ہے۔ یا حکومتیں دینی اثر سے مبرا ہیں۔ جب حکومتیں عوام کی ترجمان ہیں تو پھر جیسے عوام ہوں گے' ویسی ہی حکومت ہو گی۔ جب تک امریکہ اور یوروپ کی قومیں مسیحی ہیں' ان خطوں کی حکومتیں بھی مسیحی ہوں گی... اس وقت دنیا میں صرف تین حکومتیں دین کی مخالف ہیں: عوامی سرخ جمہوریہ روس' انقرہ کی کمالی جمہوریت اور میکسیکو کی حکومت۔ اس امر کے بارے میں کوئی کلام نہیں ہے کہ انتظامی طور پر سیاست اور دین الگ الگ ہیں' ہر ایک کا اپنا ایک خاص دائرۂ عمل ہے۔ لیکن حکومت دونوں کا مرجع ہے۔ موجودہ وقت میں اسلامی دنیا اس سے مختلف نہیں۔ مثلاً شیخ الاسلام کا دائرۂ کار دوسری سول وزارتوں سے الگ ہے۔ چنانچہ یہ افسانہ کہ یوروپ میں دین سیاست سے جدا ہے جس کا مشرق میں زور شور سے دعویٰ کیا جاتا ہے' غلط ہے۔" (حاضر العالم الاسلامی ج ۳' ص ۳۵۸)

ویٹیکان نے اپنے مشن کو جس کمال مہارت سے آگے بڑھایا ہے' وہ اس کا ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ مغربی سیاست دانوں اور مذہبی رہنماؤں نے اپنے اپنے دائرۂ کار میں رہ کر اپنی ذمہ داریوں کو جس خوبی سے نبھایا ہے' وہ دور جدید کا ایک کامیاب تجربہ ہے۔ اقبال نے بہت پہلے مسلمانوں سے کہا تھا کہ وہ اپنی تہذیبی بقا کے لیے یہودیوں' جاپانیوں اور پارسیوں سے سبق سیکھیں۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو وہ مغربی چرچ کو بھی اپنے مشورہ میں شامل کر لیتے۔ جس نے دنیا میں ایک "روحانی ریاست" قائم کر کے تعلیم' صحت اور روحانیت کے میدان میں بڑا کام کیا ہے۔ جامعہ ازہر اور دینی اداروں کو سنجیدگی سے ویٹیکان کا مطالعہ کرنا چاہیے' بلکہ اسے ویٹیکان سے مل کر پوری دنیا میں اخلاقی اور روحانی اقدار کے فروغ کے لیے کام کرنا چاہیے۔

اس مطالعہ سے ہمیں اپنی فکری ژولیدگی کو دور کرنے میں بھی مدد ملے گی' جسے پاکستان میں ایک پرانی بحث "لادینی اور دینی سیاست" (سیکولرازم) نے' جو ادھر پچاس سال سے جاری ہے' جنم دیا ہے۔ چنانچہ ہماری سنجیدگی سے یہ رائے ہے کہ مغرب میں بسنے والے مسلمان اپنے مسیحی ہم وطنوں کے ساتھ مل کر روحانی اور اخلاقی قدروں کی اشاعت کے لیے ایک مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وقت کا تقاضہ یہی ہے۔

پاکستان میں دستور پھر معطل

۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۹ء کو پاکستان کی مسلح افواج کے سربراہ نے مسلم لیگ کی حکومت کو گھر بھیج دیا اور معزول حکومت کے سربراہ کو طیارہ سازش میں گرفتار کر لیا۔ ایک حکومت کی معزولی پاکستانی سیاست میں کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اگر حکومت کو برخاست نہ کیا جاتا تو یہ انوکھی بات ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ نصف صدی میں ایک ہی سیاسی جماعت کی حکومت نام بدل بدل کر اقتدار میں آتی رہی اور نالائقی اور نااہلی کی بنا پر غرق دریا ہوتی رہی' لیکن پاکستانی قوم کی بدقسمتی کہ ان حکومتوں نے خاص کر جو ۱۹۷۰ء کے بعد مرکز میں برسراقتدار آئیں' تاریخ سے کوئی سبق نہیں لیا۔ اور نہ ہی انہیں اپنے نامہ اعمال کی سیاہی کو دھونے کی توفیق نصیب ہوئی۔ لیکن یہی لوگ جن کی اکثریت اپنی نااہلی اور نالائقی کی وجہ سے حکومت سے نکالی جاتی' سادہ لوح عوام کو کھوکھلے نعروں اور جھوٹے دعوؤں سے فریب دینے میں کامیاب ہوتے رہے۔ اور بیچارے عوام اپنے معاشی اور اجتماعی مسائل کے حل کے لیے برابر آسمان کی طرف دیکھتے رہے لیکن ہر طرف سناٹا چھایا رہتا' بالآخر فوج کو بار بار مداخلت کرنا پڑی۔

ارباب سیاست کی برابر ناکامیوں اور فوج کی مسلسل مداخلت سے یہ سوال بار بار ذہنوں میں اٹھا کہ کیا پاکستانی قوم واقعی ایک جمہوری اور دستوری حکومت کو قائم کرنے کی اہل نہیں ہے؟ موجودہ معطل دستور تیسرا دستور ہے جسے قومی نمائندوں نے ۱۹۷۱ء کے قومی المیہ کے بعد ۱۹۷۳ء میں پاس کیا تھا۔ اگر اہل اقتدار خلوص اور دیانت داری سے اس دستور پر عمل کرتے' تو پاکستانی قوم کو ایک نالائق حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لیے "ایک غیر دستوری" سہارا نہ لینا پڑتا۔ اور یوں دنیا کے بازار میں بار بار ہماری رسوائی نہ ہوتی۔